مقالات

اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی

۱۶

ایمان

۵- ایمان بالیوم الآخر

نظام عالم ایک حکیمانہ نظام ہے

حیات اخروی کی ضرورت کا اثبات دراصل اس سوال کے تصفیہ پر موقوف ہے کہ آیا یہ کائنات کسی حکیم کا فعل ہے، یا بلا کسی حکمت کے آپ سے آپ بن گئی ہے؟

زمانۂ حال کا سائنس اور سائنٹیفک فلسفہ کہتا ہے کہ اس نظام کو کسی صانع حکیم نے نہیں بنایا، یہ آپ سے آپ بن گیا ہے، اور ایک خود بخود حرکت کرنے والی مشین کی طرح اپنے تمام اجزاء سمیت (جن میں انسان بھی شامل ہے) چل رہا ہے۔ مادہ اور توانائی (Energy) کا باہمی تعامل جب روز ختم ہو جائیگا، اسی روز یہ نظام بھی درہم برہم ہو جائے گا۔ اور اس کا درہم برہم ہونا فنائے مطلق کا ہم معنی ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ایسا ایک نظام، جس کو ایک اندھی طبیعت (Nature) بلا کسی علم، عقل، شعور، ارادہ اور حکمت کے چلا رہی ہے، اس میں کسی مقصدیت اور حکمت کی تلاش بالکل لاحاصل ہے۔ اسی وجہ سے سائنس نے آثار کائنات کی مقصدی تعلیل (Teleological Causation) کو اپنے حدود سے نہ صرف خارج کر دیا ہے بلکہ اس طریق فکر کو سرے سے لغو و بے معنی قرار دیا ہے، اور قطعیت کے ساتھ دعوی کیا ہے کہ اس کائنات اور اس کی کسی شے اور کسی فعل میں کوئی مقصد نہیں پایا جاتا۔ آنکھیں دیکھنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ دیکھنا نتیجہ ہے مادہ کی اس خاص تنظیم کا جو آنکھوں میں پائی جاتی ہے۔ دماغ اس لئے نہیں ہے کہ سوچے اور شعور

و فکر کا محل بنے، بلکہ خیالات دماغ کے مادے سے اسی طرح نکلتے ہیں جس طرح جگر سے صفرا نکلتا ہے۔ یہ محض غلط فہمی ہے کہ اشیاء کے طبیعی افعال کو ان کا مقصد قرار دیا جاتا ہے، اور ان کے وجود میں کسی حکمت اور کسی عقل کی جستجو کی جاتی ہے۔

اس نظریہ کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو حیات دنیوی کے بعد کسی حیات اخروی کی ضرورت تسلیم کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں رہتی۔ کیونکہ جس کائنات کا نظام ایک اندھی بے عقل و شعور طبیعت کے ہاتھوں کسی مقصد و غایت کے بغیر چل رہا ہے، اس کی حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ وہ اور اس کی ہر شے عبث ہے۔ عبث بنی ہے اور عبث ہی تمام ہو کر فنا ہو جائیگی۔ مستبعد ہے کہ ایسی اندھی طبیعت عدل کی صفت سے متصف ہو، اور اس سے کسی حساب کتاب، اور انصاف کی امید کی جائے۔ تاہم اگر بالفرض وہ عدل سے متصف ہو بھی، تو جبکہ انسان اس کے ہاتھ میں ایک بے بس کھلونے کی طرح کھیل رہا ہے اور اپنے اختیار سے کچھ کرنا تو درکنار، سرے سے کوئی اختیار اور کوئی ارادہ رکھتا ہی نہیں، تو اس پر اپنے کسی اچھے یا برے فعل کی اسی طرح کوئی ذمہ داری نہیں ہے جس طرح ایک موٹر پر اپنی راست روی یا کج روی کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اور ذمہ داری کا سوال اٹھ جانے کے بعد دنیا ہی میں عدل و انصاف اور جزا و سزا کا سوال منقطع ہو جاتا ہے، کجا کہ اس کی خاطر ایک دوسری زندگی کی ضرورت تسلیم کی جائے۔

لیکن یہ نظریہ سراسر خلاف عقل ہے، اور کوئی عقلی دلیل یا علمی شہادت ایسی نہیں پیش کی گئی جس سے اس کی صداقت ثابت اور مبرہن ہو جائے۔ اس کی تائید میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا لب لباب بس اتنا ہے کہ ہم کو کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا اور کوئی چلانے والا نظر نہیں آتا۔ نہ اس کی پیدائش کا کوئی مقصد ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ ہم اس کو کسی بنانے والے کے بغیر چلتا ہوا دیکھتے ہیں اور اسکے چلنے کا مقصد معلوم کرنا نہ ہمارے لئے ممکن ہے، نہ ہم کو اس کے معلوم کرنے کی ضرورت۔ لیکن کسی شے کی علت فاعلی اور علت غائی نہ معلوم ہونا اسکی دلیل نہیں ہے کہ اسکی کوئی علت غائی اور علت فاعلی ہے ہی نہیں۔ فرض کرو کہ ایک بچہ کسی مطبع کی مشین کو چلتے ہوئے دیکھتا ہے

اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مشین کس غرض سے چلائی گئی ہے اس بنا پر وہ خیال کرتا ہے کہ یہ محض ایک کھلونا ہے جو بلا کسی مقصد و غایت کے چل رہا ہے وہ دیکھتا ہے کہ جس طرح اس مشین سے آواز پیدا ہوتی ہے پرزے حرکت کرتے ہیں، زمین لرزتی ہے، اسی طرح کاغذ بھی چھپ چھپ کر نکلتے ہیں۔ اس بنا پر وہ حکم لگاتا ہے کہ جس طرح وہ افعال اس مشین کے چلنے کے نتائج ہیں اسی طرح کاغذوں کا چھپ چھپ کر نکلنا بھی اسی کی حرکت کا ایک طبیعی نتیجہ ہے۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ یہ تمام افعال جو اس سے صادر ہو رہے ہیں ان میں سے صرف ایک فعل، یعنی کاغذوں کا چھپ کر نکلنا، اس پوری مشین کے بنائے جانے کا مقصد ہے، اور باقی تمام افعال مشین کی حرکت کے طبیعی نتائج ہیں۔ اس کی طفلانہ نظر مشاہدہ کی اتنی قوت نہیں رکھتی کہ اس مشین کے پرزوں میں ترتیب، تناسب اور نظم کو محسوس کر سکے، اور یہ دیکھ سکے کہ اس کا ہر پرزہ جس صورت پر بنایا گیا ہے، اور جس مقام پر لگایا گیا ہے وہی صورت اور وہی مقام اس کے لئے موزوں ہے اور مشین میں اپنے حصہ کا کام انجام دینے کے لئے وہ پرزہ اسی صورت کا اور اسی مقام پر ہونا چاہئے۔ اسی بنا پر وہ کند ذہن بچہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ مشین یوں ہی لوہے کے ٹکڑوں کے باہم مل جانے سے آپ ہی آپ بن گئی ہے۔ اس کی عقلی قوتیں اتنی ترقی یافتہ نہیں ہیں کہ وہ مشین کے افعال اور اس کی ترتیب کو دیکھ کر یہ قیاس کر سکے کہ اس کا بنانے والا ضرور کوئی حکیم شخص ہونا چاہئے جس نے ایسے اچھے اندازے، اور ایسے عمدہ نقشے پر ایسی مشین بنائی ہے جس کا کوئی پرزہ بیکار، غیر موزوں، غیر منضبط اور بے ضرورت نہیں ہے اور یہ کہ ایسی حکمت و دانائی کے ساتھ جو چیز بنائی گئی ہے وہ ہرگز بے مقصد، بے مصلحت، اور عبث نہیں ہو سکتی۔

اب اگر یہ لیس مشین کے اس ناقص مشاہدے اور اس پر اپنے ناقص غور و فکر سے وہ نادان بچہ یہ نظریہ قائم کرتا ہے کہ مشین کی کوئی علت فاعلی اور علت غائی نہیں ہے، نہ کوئی حکمت اس کے بنانے میں صرف ہوئی ہے، اور نہ کوئی حکیمانہ مقصد اس کی صنعت میں پیش نظر ہے، تو کیا کوئی عاقل و بالغ آدمی یہ تسلیم کرے گا کہ بچے نے اس مشین کی حقیقت کے متعلق ایک صحیح نظریہ قائم کیا ہے۔

اگر یہ بات ایک پریس مشین کے معاملے میں درست نہیں ہے تو اس نظام کائنات کے معاملہ میں کیوں کر درست ہو سکتی ہے جس کا ایک ایک ذرہ اپنے صانع کے علم، ارادے، حکمت، اور بصیرت پر شہادت دے رہا ہے۔ ناقص العقل اور کوتاہ بیں بچہ جو چاہے کہے۔ مگر کوئی صاحب عقل آدمی تو جس نے آنکھیں کھول کر اس کائنات کے آثار کا مشاہدہ کیا ہے، ایک لمحہ کے لئے بھی یہ شک نہیں کر سکتا کہ ایسا محکم، استوار، مرتب اور متناسب نظام، جس میں کوئی شے بے کار اور عبث نہیں ہے، جس میں کوئی شے ضرورت سے کم یا زیادہ نہیں ہے، جس کا ہر جز اپنے مقام اور اپنی ضرورت کے لحاظ سے ٹھیک ٹھیک موزوں ہے، اور جس کے ضابطہ میں کہیں کوئی فتور نظر نہیں آتا، کسی حکمت، کسی علم، کسی ارادہ کے بغیر بن اور چل سکتا ہے۔

حکیمانہ نظام بے مقصد اور مہمل نہیں ہو سکتا

قرآن مجید نے حیات اخروی کی ضرورت پر جو دلائل قائم کئے ہیں۔ وہ سب اسی بنیادی نظریہ پر مبنی ہیں کہ اس کائنات کا بنانے والا ایک حکیم ہے جس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے، اور جس کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہیں کی جا سکتی جو خلاف حکمت ہو۔ اس بنیاد کو استوار کرنے کے بعد قرآن مجید کہتا ہے کہ۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا	کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے،
لَا تُرْجَعُونَ، فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ۔	اور یہ کہ تم ہماری طرف واپس نہ لائے جاؤ گے؟ پادشاہ
(٦:٢٣)	برحق، خدا اس سے بالاتر ہے (کہ اس سے کوئی فعل عبث صادر ہو)
أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى (٢:٧٥)	کیا انسان یہ سمجھے بیٹھا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائیگا۔
وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا	ہم نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں
لٰعِبِينَ۔ وَمَا خَلَقْنٰهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ	کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا ہے ہم نے تو ان کو مقتضائے
أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ	حکمت کے مطابق پیدا کیا ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے
مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ۔ (٢:٤٤)	یقیناً ان سب کے لئے فیصلے کے دن تک کا وقت مقرر ہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ۔ (۳۰ : ۱)

کیا انہوں نے خود اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو جو پیدا کیا ہے تو حکمت کے مطابق کیا ہے اور ان کے لئے ایک وقت مقرر ہے مگر بہت سے آدمی ہیں جو اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔

ان آیات میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ صرف اس لیے ہے کہ ایک مدت تک چلتا رہے، پھر کسی حاصل اور نتیجہ کے بغیر معدوم ہو جائے، تو یہ ایک لغو، اور عبث فعل ہوگا، ایک کھیل ہوگا۔ ایسا فعل ہرگز کسی حکیم کا فعل نہیں ہو سکتا۔ اگر تم مانتے ہو کہ یہ کارخانہ خدا نے بنایا ہے۔ اور خدا تمہارے نزدیک حکیم ہے، تو تم کو عقل سے کام لے کر یہ سمجھنا چاہئے کہ موجودات میں سے کوئی شے بے مقصد وجود میں آنے والی اور بے حاصل و بے نتیجہ معدوم ہو جانے والی نہیں ہے۔ خصوصاً انسان جو کائنات ارضی کا گل سرسبد ہے، جس کی ذی شعور ہستی اس کائنات ارضی کے تدریجی ارتقاء اور اس کی تمام حرکات و تحولات کا ماحصل ہے، اور جس کو اتنی حکمت کے ساتھ عقل و فکر، بینش و دانش اور اختیار و ارادہ سے آراستہ کیا گیا ہے، اس کی تخلیق کا مقصد اتنا مہمل نہیں ہو سکتا کہ وہ چند برس اس دنیا میں ایک مشین کی طرح بسر کرے، پھر مر کر معدوم ہو جائے۔

اقتضائے حکمت کے مطابق نظام عالم کا کیا انجام ہونا چاہئے

جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ کائنات عبث اور کھیل نہیں ہے، اور نہ اس کی کوئی شے بے نتیجہ و بے حاصل ہے، تو دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ عدم مطلق کے سوا اس کارخانے کا اور کون انجام ایسا ہے جو اقتضائے حکمت کے عین مطابق ہو؟ اس سوال کا تفصیلی جواب قرآن حکیم کی آیات میں موجود ہے، اور وہ ایسا جواب ہے جس کو سننے کے بعد عقل سلیم بالکل مطمئن ہو جاتی ہے۔ مگر اس

جواب کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے چند امور ذہن نشین کر دئے جائیں:۔

۱۔ عالم وجود کے تمام آثار اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ اس نظام کے جتنے تغیرات و تحولات ہیں۔ ان سب کا رخ ارتقار کی جانب ہے۔ اس کی ساری کروشوں کا مقصود یہ ہے کہ نقص کو کمال کی طرف لے جائیں، اور اشیار کی ناقص صورتوں کو مٹا کر، انہیں کامل اور کامل سے کامل تر صورتیں بخشیں۔

۲۔ اس قانون ارتقار کا عمل چونکہ تغیر کی روش پر ہوتا ہے اس لئے ہر کون کے لئے ایک فساد ضروری ہے۔ ایک صورت کا وجود میں آنا اس کا مقتضی ہے کہ پہلی صورت فاسد ہو جائے اور ناقص صورت کا زوال کامل صورت کے وجود میں آنے کا دیباچہ ہوا کرتا ہے۔ یہ تغیرات و استحالات اگرچہ ہر آن ہوتے رہتے ہیں لیکن بہت سے خفی تغیرات کے بعد ایک جلی اور نمایاں تغیر واقع ہوا کرتا ہے جس میں ایک جلی اور نمایاں فساد پیش آتا ہے۔ یہی دوسری قسم کا فساد ہے جس کو ہم عرف عام میں موت یا زوال و فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور ایک صورت کے وجود میں آنے سے لیکر اس کی موت یا اس کے قطعی فساد تک ایک وقفہ ہوتا ہے جس کو ہم اپنی زبان میں عمر کہتے ہیں۔

۳۔ ہر صورت اپنے لئے ایک خاص محل چاہتی ہے جو اس کے مناسب حال ہوا کرتا ہے کوئی صورت کسی ایسے محل میں نہیں رہ سکتی جو اس کے لئے مناسب حال نہ ہو۔ مثلاً صورت نباتی کے لئے حیوانی جسم غیر مناسب ہے، اور صورت انسانی اسی جسم اور اسی مخصوص طور کے نظام جسمانی کی طالب ہے، جو انسان کے لئے بنایا گیا ہے پس اگر کسی شئے کو ایک ترقی یافتہ صورت دینی ہو تو لازم ہے کہ فروتر درجہ کی صورت کے لئے جو محل بنایا گیا تھا اس کو توڑ دیا جائے، اور نئی صورت کے لئے اس کے مناسب حال محل طیار کیا جائے۔

۴۔ اجزائے عالم کے حق میں قانون ارتقار کی ہمہ گیری کو جس شخص نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے،

اس کے نزدیک یہ بات ہرگز مستبعد نہیں ہے کہ یہی قانون اس پورے نظام عالم پر بھی حاوی ہو۔ اس وقت جو نظام عالم ہم دیکھ رہے ہیں، اس کے متعلق ہم نہیں کہہ سکتے کہ جب سے خلق و ابداع کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے یہی مخصوص نظام اپنے انہی قوانین کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس سے پہلے نہ معلوم کتنے اور نظامات گذر چکے ہونگے جن میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی عمر پوری کرکے دوسرے ترقی یافتہ نظام کے لئے جگہ خالی کردی، اور ارتقا کے تدریجی مراتب سے گذر کر سلسلۂ وجود ہمارے اس نظام تک پہنچا۔ اسی طرح یہ نظام بھی کوئی آخری نظام نہیں ہے۔ یہ بھی جب اپنے امکانی کمالات کو پہنچ جائیگا، اور کمال کے بالاتر درجہ کو قبول کرنے کی استعداد اس میں باقی نہ رہے گی، تو اس کو توڑ دیا جائے گا، اور اس کے بجائے کوئی دوسرا نظام قائم کیا جائے گا جس کے قوانین کچھ اور ہوں گے، اور جس میں وجود کے کامل تر مراتب قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی۔

۵۔ عالم کے موجودہ نظام پر غور کرنے سے ہم کو بین طور پر یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ یہ ایک ناقص نظام ہے، اور مزید تکمیل کا محتاج ہے اس نظام میں اشیاء کی حقیقتیں، مادی آلائشوں سے اس درجہ آلودہ ہیں کہ حقیقتوں نے اوہام کا اور ان کے مادی لباسوں نے حقیقتوں کا مرتبہ حاصل کرلیا ہے۔ جو چیز جتنی زیادہ لطیف اور مادی آلائشوں سے مجرد ہے وہ اس نظام عالم میں اتنی ہی زیادہ مخفی و مستور اور عقل و شعور کی دسترس سے دور ہے۔ یہاں ٹھوس مادی جسم وزن رکھتا ہے، اور لطیف و بسیط حقائق کا کوئی وزن نہیں ہے۔ یہاں لکڑی اور پتھر تو ناپے اور تولے جاسکتے ہیں، مگر عقل و فکر، خیال و رائے، نیت و ارادہ، جذبات و وجدانیات کو ناپنے اور تولنے کے لئے اس عالم کے قانون میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں غلہ تولا جاسکتا ہے، مگر محبت اور نفرت کو تولنے والا کوئی ترازو نہیں ہے۔ یہاں کپڑا ناپا جاسکتا ہے، مگر بغض و حسد کو ناپنے کے لئے کوئی پیمانہ موجود نہیں۔ یہاں روپے پیسے کی قدریں متعین کی جاسکتی ہیں۔ مگر اس جذبے کی قدر و قیمت متعین کرنا ممکن نہیں ہے جو سخاوت یا بخل کے لئے محرک

ہوتا ہے ۔ یہ اس عالم کے نظام کا نقص ہے عقل چاہتی ہے کہ اس نظام سے زیادہ ترقی یافتہ کوئی اور نظام ہو جس میں حقیقتیں مادی لباسوں کی محتاج نہ رہیں، اور بے نقاب جلوہ گر ہو سکیں جس میں لطافتیں، کثافتوں پر غالب آجائیں، اور جو کچھ اب مستور و مخفی ہے، وہ نمایاں اور جلی ہو جائے۔ اسی طرح یہ بھی اس عالم کا نقص ہے کہ یہاں مادی قوانین کا غلبہ ہے جس کی وجہ سے افعال پر صرف وہی نتائج مرتب ہوتے ہیں جو مادی قوانین کے مقتضیات سے مطابقت رکھتے ہیں، اور ایسے نتائج مترتب نہیں ہونے پاتے جو مقتضیاتِ عقل و حکمت کے مطابق ہوں۔ یہاں آگ لگاؤ تو ہر آتش پذیر شے جل جائے گی، پانی ڈالو تو نمی کو قبول کرنے والی ہر شے بھیگ جائے گی، اگر نیکی کرو تو اس کا پھل نیکی کی صورت میں ظاہر نہ ہوگا جو اس کا حقیقی عقلی نتیجہ ہے، بلکہ اُس صورت میں ظاہر ہوگا جو مادی قوانین کے تحت ظاہر ہو سکتا ہے خواہ وہ نیکی کے بالکل برعکس بدی ہی کی صورت کیوں نہ ہو۔ اس نقص کو دیکھ کر عقل تقاضا کرتی ہے کہ اس نظام کے بعد کوئی اور ترقی یافتہ نظام ایسا قائم ہو جس میں مادی قوانین کے بجائے عقلی قوانین جاری ہوں اور افعال کے وہ حقیقی نتائج ظاہر ہوں جو اس نظام میں مادی قوانین کے غالب ہونے کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوسکتے ہیں۔

نظامِ عالم کا خاتمہ ان مقدمات کو سمجھ لینے کے بعد اب دیکھیے کہ قرآن حکیم نے قیامت اور نشأۃ آخرت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں آپ کے سوال کا کیا جواب ملتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى (۴۶:۱) — ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان جو چیزیں ہیں ان سب کو مقتضائے حکمت کے مطابق اور ایک مدت مقررہ تک کے لئے پیدا کیا ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى (۱۳:۱) — اس نے چاند سورج کو اپنے قانون کا پابند کر دیا۔ یہ سب ایک مدت مقررہ تک کے لئے چل رہے ہیں۔

پھر وہ قیامت کی کیفیت اس طرح بیان کرتا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۔ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۔ (۸۲)۔

جب آسمان پھٹ جائے گا اور کواکب منتشر ہو جائینگے اور سمندر پھوٹ نکلیں گے اور قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۔ (۸۱: ۱۔۳)

اور جب آفتاب کو لپیٹ دیا جائیگا اور تارے درہم برہم ہو جائیں گے اور پہاڑ چلائے جائیں گے۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (۷۷: ۱)۔

پھر جب تارے ماند پڑ جائیں گے اور جب آسمان شق کر دیا جائے گا۔ اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ (۷۵: ۱)

جب آنکھیں پتھرا جائیں گی اور چاند گہنا جائیگا۔ اور چاند سورج ملا دیے جائیں گے۔

وَ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۔ (۶۹: ۱)

زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ٹکرا دیا جائیگا اور ایک ہی لمحہ میں وہ پاش پاش ہو جائیں گے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ (۱۴: ۷)

جس روز زمین بدل کر دوسری طرح کی زمین کر دی جائے گی اور اسی طرح آسمان بھی، اور سب کے سب خدائے واحد قہار کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے

یہ سب اشارات ہیں اس طرف کہ اس نظام عالم کی ایک خاص عمر مقرر ہے۔ یہ کوئی دائمی نظام نہیں ہے جب اس کی عمر پوری ہو جائے گی تو یہ نظام درہم برہم کر دیا جائے گا، سورج، زمین، چاند، اور دوسرے سیارے جو اس نظام کے ارکان ہیں، اور جن کی گردشوں سے اس نظام کا قیام ہے منتشر ہو جائیں گے، ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے، اور یہ عارضی عمارت توڑ ڈالی

جائیگی۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ عالم وجود کا خاتمہ ہوجائیگا یُخلق و ابداع کا سلسلہ بند کر دیا جائیگا
بلکہ اس کا مدعا یہ ہے کہ وجود کا یہ خاص طور جو اس نظام میں نظر آ رہا ہے، بدل ڈالا جائے گا، اور پھر
عالم وجود کے لئے ایک دوسرا نظام قائم کیا جائیگا جس کی طرف يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ
وَالسَّمٰوٰتُ میں اشارہ کیا گیا ہے

حیات اخروی کا نظام کیا ہوگا وہ نظام کیسا ہوگا؟ اس کی جو کیفیت قرآن میں بیان کی گئی
ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ موجودہ نظام ہی کے نقص کی تکمیل ہے اسی نظام کی ارتقائی صورت
ہے، اور ویسی ہی ہے جیسی عقل چاہتی ہے کہ ہو۔ اس نظام میں وزن اور پیمائش اور حساب سب کچھ
ہوگا۔ مگر مادی چیزوں کے لئے نہیں بلکہ لطیف، بسیط اور مجرد حقیقتوں کے لئے۔ وہاں خیر اور شر،
ایمان اور کفر، اخلاق اور ملکات کا وزن ہوگا، نیتوں اور ارادوں کی پیمائش ہوگی۔ دلوں کے
اعمال ناپے اور تولے جائیں گے۔ وہاں اس روٹی کے وزن اور اس پیسے کے عدد کا حساب نہ ہوگا
جو آپ نے کسی غریب کو دیا ہے بلکہ اس نیت کا حساب ہوگا جو اس بخشش کے لئے محرک ہوئی ہے، اس لئے
کہ وہاں کا قانون مادی نہیں، عقلی ہوگا۔

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۔ (۱۷:۴) — آنکھ اور کان اور دل سب سے پوچھ گچھ ہوگی۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِينَ۔ (۲۱:۴)۔ — اور قیامت کے روز ہم ٹھیک وزن کرنے والے ترازو رکھ دیں گے پھر کسی نفس پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ — اس روز ٹھیک ٹھیک وزن ہوگا پھر جس کے اعمال

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (۷:۱)

کا وزن بھاری ہوگا وہی فلاح پانے والا ہوگا اور جس کے اعمال کا وزن ہلکا ہوگا وہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو خود نقصان میں ڈالا۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (۹۹)

اس روز لوگ جُدا جُدا نکلیں گے تاکہ ان کے اعمال انہیں دکھائے جائیں پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھیگا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھیگا۔

اس دوسرے نظام میں وہ سب چیزیں نمایاں ہوجائیں گی جو اس مادی نظام میں مادی قوانین کی نیدخوں کے سبب سے چھپی ہوئی ہیں۔ وہاں مخفی اور مستور حقیقتیں بے نقاب سامنے آجائیں گی اور ہر چیز کی اصلی اور حقیقی حیثیت کھل جائیگی۔

لَقَدْ كُنْتَ فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۲:۵۰)

انسان سے کہا جائیگا کہ تو اس چیز سے غفلت میں تھا اب ہم نے تیری آنکھوں پر سے پردہ اٹھادیا اور اب تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (۱:۶۹)

اس روز تم پیش کئے جاؤگے تمہارا کوئی راز مخفی نہ رہے گا۔

وہاں افعال کے وہ حقیقی نتائج مترتب ہوں گے جو عقل و حکمت اور عدل و انصاف کے مطابق ہیں۔ موجودہ نظام کے مادی قوانین اور مادی اسباب و وسائل جن کے اثر سے افعال کے حقیقی اور عقلی نتائج مترتب نہیں ہوسکتے، وہاں نافذ نہیں ہوں گے، اس لئے وہ تمام چیزیں جو یہاں عدل و انصاف میں مانع ہوتی ہیں، اور صحیح نتائج مترتب نہیں ہونے دیتیں، وہاں بالکل بے اثر

ہوجائیں گی مثال کے طور پر یہاں دولت، مادی وسائل کی کثرت، دوستوں اور حامیوں کی طاقت، کسی سفارش، خاندانی اثرات، خود اپنی چالاکی و ہوشیاری اور ایسی ہی دوسری چیزیں انسان کو اس کے بہت سے افعال کے نتائج سے بچالیتی ہیں۔ مگر وہاں ان اسباب کی تاثیریں باطل ہوجائیں گی اور ہر فعل کا وہی نتیجہ برآمد ہوگا جو عدل اور حق کی بنا پر برآمد ہونا چاہئے۔

هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ (۱۰:۳)

وہاں ہر نفس اپنے اعمال کو خود جانچ لے گا جو وہ پہلے سے بھیج چکا ہے

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ (۳:۳)

ہر نفس کو جیسا اس نے کیا ہے اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوءٍ (۳:۳)

وہ دن جب کہ ہر نفس ہر اس نیکی کو جو اس نے کی ہے اور ہر اس برائی کو جو وہ کر چکا ہے حاضر پائیگا۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (۲:۶)

ڈرو اس دن سے جبکہ ایک نفس دوسرے نفس کے کچھ کام نہ آئیگا، اور نہ اس کے حق میں کوئی سفارش قبول کیجائے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائیگا اور نہ ان کی کوئی مدد کی جاسکیگی۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ (۲۳:۶)۔

پھر جب صور پھونکا گیا تو اس روز ان میں کوئی نسبی تعلق باقی نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ جن کے اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہی لوگ فلاح پائیں گے اور جن کے اعمال ہلکے ہوں گے وہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے خود اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا۔

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى

وہ دن جبکہ نہ مال کچھ نفع دیگا اور نہ اولاد، نجات صرف

اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (۲۶: ۵)۔
اس کی ہوگی جو خدا کے پاس قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوگا۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔ (۶: ۱۱)۔
تم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو جیسا ہم نے تم کو پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا ہم نے تم کو جو کچھ سازوسامان دیا تھا اس سب کو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کو تم اپنی پرورش اور رزق بخشی میں خدا کا شریک سمجھتے تھے۔ تمہارے درمیان سب رابطے ٹوٹ چکے ہیں اور باطل ہو چکے ہیں۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۶۰: ۱)
قیامت کے دن تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد تمہارے لئے کچھ بھی نافع نہ ہوگی۔ اللہ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ (۸۰)۔
وہ دن جبکہ آدمی اپنے بھائی اور ماں باپ اور بیوی اور بچوں سے بھاگے گا۔ اس روز ہر شخص اپنے اپنے حال میں مبتلا ہوگا۔

موجودہ نظام میں یہ نقص ہے کہ یہاں قدرت کے انعامات کی تقسیم انسان کے علم اور عمل کی خوبی پر منحصر نہیں ہے بلکہ وہ ایسے اسباب پر مبنی ہے جن میں ذاتی اعمال اور نفسی صلاحیتیں محض ایک سبب کی حیثیت رکھتی ہیں اور دوسرے قوی تر اسباب ان کی تاثیر کو ضعیف بلکہ بسا اوقات بالکل زائل کر دیتے ہیں اس وجہ سے انعامات کی تقسیم میں استحقاق ذاتی کو دخل نہیں ہوتا یا ہوتا بھی ہے تو بہت کم۔ یہاں ایک شخص تمام عمر ظلم اور فسق کرنے کے باوجود خوشحالی اور دنیوی برکات سے متمتع ہو سکتا ہے، اور ایک شخص زندگی بھر ایمانداری اور پرہیزگاری کے ساتھ بسر کرنے کے باوجود خستہ حال اور دنیوی

مصائب سے پراگندہ بال رہ سکتا ہے۔ یہ نقص تکمیل کا محتاج ہے۔ اور حکمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ موجودہ نظام ترقی کرکے ایک ایسے نظام میں تبدیل ہو جائے جس میں عدل کے ساتھ جزا و سزا کی تقسیم ہو اور ہر شخص کو وہی ملے جس کا وہ اپنے ذاتی حسن و قبح کی بنا پر مستحق ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ دار آخرت کا نظام ایسا ہی ہوگا۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ (۳۸ : ۳)	کیا ہم ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو انہی جیسا بنا دیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں؟ کیا ہم متقیوں اور فاجروں کو یکساں کر دیں گے۔
اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ (۴۵ : ۲)۔	کیا بدکاریاں کرنے والے یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ایمان لانے والوں کے برابر کر دیں گے اور ان کی زندگی و موت یکساں ہوگی؟ یہ کیسی بری بات ہے جس کا وہ حکم لگاتے ہیں۔
وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (۶ : ۱۶)	ہر ایک کے لئے ویسے ہی درجات ہونگے جیسے انہوں نے عمل کیے۔
وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ۔ (۲۶ : ۵)۔	جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی اور دوزخ گمراہوں کے سامنے کر دی جائے گی۔

یہ ہے اس دوسرے جہان کا نقشہ جس کو اس جہان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کا مذہب اور تمام انبیاء علیہم السلام کا مذہب تجویز کرتا ہے جو لوگ اس جہان اور اس کے سارے کارخانے کو ایک کھیل ایک گھروندا ایک بے مقصد و بے حاصل ہنگامہ اور ایک ایسا پہل گورکھ دھندا سمجھتے ہیں جو اچانک شروع ہوا اور اچانک ہی ختم ہو جائے گا، ان کو تو اس تجویز اور اس کے دلائل و شواہد میں کوئی بات قابل

تسلیم نظر نہ آئے گی۔ مگر جو شخص نظام عالم کو خدا کا آفریدہ سمجھتا ہے، اور خدا کو حکیم مانتا ہے۔ وہ ان دلائل پر غور کرنے کے بعد یقیناً یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ موجودہ نظام عالم کے بعد اس طور اور اس کیفیت کے ایک نظام کا ہونا ضروری ہے۔ اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ موت کے بعد دوسری زندگی ممکن ہے! تو اس ممکن کی ضرورت کا ثابت ہو جانا، اس بات پر ایمان لانے کے لئے بالکل کافی ہے کہ خدائے حکیم و دانا اس ممکن ضروری الوجود کو ضرور وجود بخشے گا۔

اس بحث سے واضح ہو گیا کہ اسلام نے جس حیات اخروی پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے وہ بعید از عقل نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے، بلکہ عین مقتضائے عقل و حکمت ہے، اور علم و عقل کی کسی ترقی سے اس ایمان میں رخنہ نہیں پڑ سکتا، بشرطیکہ وہ ترقی حقیقی ہو نہ کہ سطحی اور نمائشی۔

(باقی)